Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق
ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 5, Issue 2
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

فرہاد احمد فگار،

اسکالر پی ایچ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اردو املا میں ہمزہ کی بحث

Farhad Ahmad Figar,

Scholar Ph.D. Urdu, National University Of Modern Languages ,Islamabad

A discussion of "Hamza" in Urdu spelling

The discussion of Hamza in the Urdu imla issue begins with his existence. Some people think of it as a symbol, while others see it as both a symbol and a letter.Because in Urdu literature, sign and letter are used interchangeably. In alphabetical order, it is written before "yaa" But it is not described in a separate section. Rashid Hasan Khan has described a long crop of Hamza in his book "Urdu Amla."In addition, experts such as Gopichand Narang, Shan-ul-Haq Haqee and Dr. Aftab Ahmed Saqib have described this issue in detail in their articles and works. The following article attempts to summarize the discussions of these experts.

Keywords: Urdu imla, Urdu literature, interchangeably, Gopichand Narang, Shan-ul-Haq Haqee,

ہمزہ کی بحث اس کے وجود کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ ہمزہ کو محض علامت سمجھتے ہیں اور بعض اہلِ علم اسے علامت اور حرف دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ کیوں کہ اردو ادب میں ہمزہ بہ طور علامت اور بہ طور حرف استعمال کیا جاتا ہے۔ حروفِ تہجی میں اسے ''ی'' سے پہلے لکھا گیا ہے۔ مگر لغات میں اسے کسی علاحدہ فصل میں بیان نہیں کیا گیا۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب ''اردو املا'' میں ہمزہ کی ایک طویل فصل کو بیان کیا ہے۔ اس باب کے آغاز میں وہ ہمزہ کی حیثیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''ہمزہ، حرف بھی ہے اور علامت بھی۔ مثلاً نغمۂ عندلیب یا جلوۂ یکتا میں علامتِ اضافت ہے اور جیسے 'آئینہ، گئے، سائل، بائبل، انشاءاللہ، علاءالدین، مسئلہ وغیرہ میں یہ حرف ہے۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے الف، و، ی کبھی حروف صحیح ہوتے ہیں اور کبھی حروفِ علت۔ مقصد یہ ہے کہ ہمزہ کی یہ دہری شخصیت کچھ نئی چیز نہیں۔''(۱)

رشید حسن خاں لسانیات کے ماہر ہیں۔ انھوں نے اردو املا پہ بہت زیادہ کام کیا ہے۔ رشید حسن خاں ہمزہ کو بہ طور حرف اور علامت دونوں تسلیم کرتے ہیں بل کہ ہمزہ کے وجود پر مدلل گفت گو کرتے ہیں۔ ان کے برعکس گوپی چند نارنگ نے اپنی کتاب '' املانامہ'' میں ہمزہ کو بہ طور علامت یا بہ طور حرف لے کر بحث نہیں کی۔ وہ لکھتے ہیں:

'' عربی میں ہمزہ کی ایک مستقل آواز ہے، اردو میں اس کی وہ صوتی حیثیت نہیں، تاہم اردو میں ہمزہ عربی سے ماخوذ لفظوں کے علاوہ بہت سے دیسی لفظوں کے املا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔''(۲)

گوپی چند نارنگ نے نپی تلی اور دو ٹوک بات کی ہے۔ وہ ہمزہ کے استعمالات کے حوالے سے مزید بات کرتے ہوئے اس کے استعمال کو مختلف مباحث میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہمزہ اور الف اردو کے طالب علم کے لیے ہمیشہ سے پریشانی کا موجب رہے ہیں۔ کیوں کہ ان دونوں حروف کی آوازیں ایک جیسی ہیں اور یہ دونوں حروف بعض اوقات بہ طور علامت استعمال ہوتے ہیں اور کبھی بہ طور حروف لکھے جاتے ہیں۔ ایک آواز کے لیے صرف ایک حرف کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ماہر لسانیات رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''ان دونوں حرفوں کو ایک جگہ جمع نہیں کیا جا سکتا، یعنی ایک آواز کے لیے، ان دو حرفوں کو ایک ساتھ استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں تاَمل کی بہ جائے تامل لکھا جانے لگا اور اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ جرأت عربی املا ہوا۔ اردو میں جرات یا جرئت لکھنا چاہیے۔ ایک آواز کے لیے دو حرفوں کو یک جا نہیں کیا جائے گا۔''(۳)

جب آواز ایک دفعہ ہی نکالی جائے گی تو اس کے لیے حرف (ا،ء) بھی ایک ہی استعمال کیا جانا چاہیے۔ اردو ادب میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو فارسی اور عربی زبان سے مستعار لیے گئے ہیں۔ عربی زبان کے علامہ اختر حسین فیضی مصباحی ان الفاظ کی تخصیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' عربی کے متعدد مصادر اور مفرد الفاظ کے آخر میں الف یا واؤ کے بعد اصلاً ہمزہ ہے، جیسے ابتداء، انتہاء، املاء، انشاء، شعراء، حکماء، سوء، ضیاء، صحراء، خضراء، اردو میں ان الفاظ کا ہمزہ تلفظ میں نہیں آتا، اس لیے انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے۔''(۴)

اختر حسین فیضی مصباحی سے رشید حسن خاں ایک قدم آگے کی سوچتے ہیں۔ بلاشبہ درج بالا الفاظ میں ء (ہمزہ) نہیں لکھا جانا چاہیے مگر علامہ صاحب نے اس کی کوئی وضاحت نہیں کی کہ ہمزہ آخر پہ کیوں نہیں آنا چاہیے۔ رشید حسن خاں نے اسی بات کی وضاحت کی ہے کہ الف اور ہمزہ ایک جیسی آوازیں دیتے ہیں۔ اسی لیے جس لفظ کا اختتام الف پہ ہو گا اس کے بعد ہمزہ نہیں آئے گا۔ اسی بات کی تصدیق کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں:

''عربی کے نہ معلوم کتنے مصدر، جمعیں اور مفرد الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے، جیسے ابتداء، اشیاء، املاء، انشاء، شعراء، علماء، حکماء، شئ، جزء وغیرہ اردو میں (اور اکثر جگہ فارسی میں بھی) ان لفظوں کے آخر سے ہمزہ کو یک سر اڑا دیا گیا اور ابتدا، انتہا، املا، انشا، شعرا، حکما، علما، شے، جز وغیرہ لکھے اور بولے جاتے ہیں۔''(۵)

اردو میں ہمزہ بہت سی جگہوں پر لفظوں کے درمیان آتا ہے۔ اگر وہاں الف لگایا جائے تو کئی الفاظ ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گے، مثال کے طور پر ''یائے معروف'' اور ''ی'' الفاظ ہوں گے ان میں '' ء'' کو بہ طور آواز کے استعمال کیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے الفاظ کی ساکھ برقرار رہے گی۔ رشید حسن خاں اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو میں جو ہمزہ کو لفظوں کے بیچ میں، الف کی جگہ پر استعمال کیا گیا، اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بے شمار لفظ، غیر ضروری ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے بچ گئے۔''(٦)

مثال کے طور پر ''گائے'' میں الف آئے تو یہ لفظ یوں ''گ اے'' یا ''گاے'' لکھنا پڑے گا۔ اسی طرح لکھنؤ کو لکھن او لکھنا پڑے گا جو کہ پریشانی کا سبب بنے گا۔ اسی لیے ان لفظوں کے درمیان الف کی آواز نکالنے کے لیے ہمزہ کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس عمل سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اردو املا میں ہمزہ کی حیثیت صرف علامت کی نہیں ہے۔ اسی طرح ہمزہ کو الف کے متبادل شمار میں لانا چاہیے تاکہ اردو میں ہمزہ کی مستقل جگہ بن سکے۔ اسی طرح عربی زبان میں جہاں الف مفتوح ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ہمیشہ ہمزہ بھی لکھا جاتا ہے مگر چوں کہ میں پہلے ہی دلائل کے ساتھ ثابت کر چکا ہوں کہ اردو میں الف اور ہمزہ ایک ساتھ نہیں آ سکتے، اسی لیے جو الفاظ عربی سے اردو زبان میں در آتے ہیں اور الف کے اوپر ہمزہ لے آتے ہیں تو اردو کے اہلِ زبان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ہمزہ کو نکال سکتے ہیں، کیوں کہ الف اور ہمزہ ایک دوسرے کے متبادل استعمال ہوتے ہیں۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

'' اسی لیے لفظ جرأت ہو یا اس قبیل کے اور الفاظ ہوں سب میں صرف الف لکھا جائے۔''(۷)

ان الفاظ کی فہرست میں تاثر، تاخر، تاسف، تامل، تاہل، نوام، جرات، متاثر، متاخر، متاسف، متامل، متاہل، توامان، متاخرین، متاثرین، تاثرات اور تاملات وغیرہ شامل ہیں۔ اردو لغات میں یہ الفاظ سوائے جرأت اور تأمل کے ہمزہ کے بغیر لکھے گئے ہیں۔

اسی طرح ہمزہ اور واؤ کی بھی خاصی طویل بحث ہے۔ اردو ادب میں بعض الفاظ کے آخر پہ واؤ پہ ہمزہ کی اضافت لگائی جاتی ہے اور بعض الفاظ پر نہیں لگائی جاتی۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ واؤ سے پہلے والا حرف اگر ساکن ہے یعنی حروف علت ہے تو پھر واؤ پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ مگر ہمارے ہاں تحریر میں ایسے لفظ پہ ہمزہ مسلط کر دیا جاتا ہے جو کہ غلط العام ہو چکا ہے۔ واؤ اور واؤ سے پہلے والا حرف دونوں ساکن ہوتے ہیں۔ جب کسی لفظ کا اختتام واؤ پر ہو جاتا ہے تو اس میں مزید کوئی متحرک حرف نہیں لگانا چاہیے۔ وہ بعض اوقات ایک اسم کو فعل بنا دیتا ہے، جیسا کہ رشید حسن خاں اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جیسے کہ ایک لفظ: پاؤ (سیر کا چوتھائی حصہ) یہاں آخری حرف واؤ ہے اور اس سے پہلے الف ہے۔ اگر اس کو 'پاؤ' لکھا جائے تو وہ تین حرفی لفظ (پاو) اب چار حرفی (پاوو) بن گیا اور اب یہ پانا مصدر کا فعل ہو گیا۔ جاؤ، کھاؤ، آؤ کی طرح۔ یعنی ایک لفظ جو اسم تھا، فعل میں تبدیل ہو گیا۔''(۸)

ایسے الفاظ میں واؤ پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا، اس میں واؤ کی آواز نصف سے بھی کم ہوتی ہے جس طرح واؤ مجہول ہوتی ہے۔ ایسی واؤ پر کچھ ایسا ہی گمان ہوتا ہے، ایسے الفاظ جن کے آخر پر واؤ ہو گی مگر اس پر ہمزہ نہیں ہو گا، اس کی فہرست میں پلاو، تاو، چاو، کڑھاو، ستھراو، گھاو، لمباو، چوڑاو، پتھراو، پڑاو، دریاو

اور سھاو وغیرہ شامل ہیں۔ بہت سے حاصل مصدر بھی اسی انداز میں لکھے جاتے ہیں جیسے کہ دباو، بچاو، بہاو وغیرہ، مگر جب یہ الفاظ بہ طور مصدر یا فعل کے بہ طور پر استعمال ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ہمزہ لگایا جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے رشید حسن خاں نے یہ مثال دی ہے:

''مثلاً جملہ، ذرا زور سے دباؤ، اس میں دباؤ فعل ہے اور یہ جملہ کہ لڑکے ماں باپ کا دباؤ نہیں مانتے، اس میں دباؤ حاصل مصدر ہے۔''(۹)

اسی طرح الجھاو، تناو، ٹکراو، ٹھہراو، چھکاو، جماو، چڑھاو، چھڑکاو، چناو، چلاو، رکاو، کٹاواور اڑاو وغیرہ اسم حاصل مصدر کی مثالیں ہیں۔ مختصر بات یہی ہے کہ جب ایک مصدر بہ طور فعل استعمال ہوگا تو اس وقت واو پہ ہمزہ آئے گا اور جب وہی مصدر بہ طور اسم حاصل مصدر آئے گا تو اس پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ مثال کے طور پر پلاؤ میں مرچیں تیکھی ہیں۔ پرسوں چنے کا بھاؤ زیادہ تھا۔ راؤ واجد عمر رسیدہ ہیں۔ ان جملوں میں پلاؤ، بھاؤاور راؤ کا املا غلط ہے۔ چوں کہ یہ الفاظ فعل نہیں ہیں۔ یہ اول تو اسم ہیں اور بعض اسم حاصل مصدر ہیں۔ اسی لیے ان کا درست املا پلاو، بھاواور راو ہے۔ جو الفاظ اسم فاعل کے لیے استعمال کیے جائیں گے ان کے آخر پہ واؤ (معروف) پہ ہمزہ آئے گا۔ ان الفاظ میں واو اور الف کے درمیان ایک اور حرف ہوتا ہے جس پہ پیش ہوتی ہے۔ یوں کچھ اسم فاعل ایسے ہوتے ہیں جن کے واو اور الف کے درمیان ہمزہ ہوتا ہے یعنی مختصر بات یہی ہے کہ جو لفظ بہ طور اسم فاعل استعمال ہو گا اس کے آخر میں واو معروف پہ ہمزہ آئے گا۔ مثال کے طور پر کماؤپوت، بکاؤمال، اٹھاؤ چولھا اور لٹاؤ میاں وغیرہ شامل ہیں۔ جن الفاظ کے آخر میں واو ساکن رہتا ہے تو ایسے الفاظ میں واو پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ مثال کے طور پر دیو، ہلدیو، خدیو، جیہو، گیہواور سہو وغیرہ شامل ہیں۔ ایسے الفاظ کی جب جمع بنائی جائے گی تو بعض الفاظ کی جمع میں ہمزہ آئے گا۔ مثال کے طور پر رشید حسن خاں نے ایسے الفاظ کی فہرست بنائی ہے کہ ان کی جمع کی صورت یہ ہو گی:

تہوار: تہواروں	میو: میوؤں
تیورا: تیوروں	ڈیوڑھا: ڈیوڑھوں
ہنولا: ہنولوں	دیوتا: دیوتاؤں
نیوتا: نیوتوں	دیوتی: دیوتیوں
ہندو: ہندوؤں	بیوپاری: بیوپاریوں(۱۰)

بعض الفاظ کے پہلے حرف کے نیچے زیر، زبر اور پیش آتی ہے۔ عموماً زیر اور زبر سے شروع ہونے والے الفاظ میں واو کی آواز کھل کر سامنے آتی ہے جیسے کہ ہوا اور سوا میں واو کی زبان واضح ہے۔ مگر ایسے الفاظ جن کے پہلے حرف پہ پیش آئے جائے تو تب واو کی آواز واضح نہیں نکلتی کیوں کہ واو اور الف کی آوازوں میں ایسی آمیزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لیے بعض اوقات واو پہ ہمزہ لگا دیا جاتا ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ مثال کے طور پر جواری، جوا، پھوار، چھوارا، کنوارا، پوائنٹ اور چوائس وغیرہ شامل ہیں۔ بہ غور مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا ان سبھی الفاظ کے پہلے حرف پہ پیش ہے۔ درست یہی ہے کہ ان کی واو پہ ہمزہ نہیں لگایا جائے گا۔ بعض الفاظ میں واو کی آواز ہائے مخلوط کی طرح نصف سے کم ہی نکلتی ہے۔ ایسے الفاظ میں واو پہ ہمزہ نہیں آتا مگر رشید حسن خاں نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ان الفاظ میں واو سے پہلے والے حرف پہ پیش لازمی ہو گی مثال کے طور پر موافق، موثر، مودب، موذن، مورخ اور موکل وغیرہ۔ لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی زبان سے اردو میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ عربی زبان میں ہمزہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ مگر ان کے لیے رشید حسن خاں کے مطابق کچھ ایسا اصول ہو گا:

''موثر، مونث، موخر جیسے لفظوں کو بہت سے لوگ مع اضافہ ہمزہ، مؤثر، مؤخر، مؤنث لکھا کرتے ہیں۔ عربی میں جو بھی صورت ہو، اردو املا کے لحاظ سے یہ غلط لکھاوٹ ہے۔''(۱۱)

پاونڈ، کمپاونڈ، الاونس، پاوڈر جیسے انگریزی زبان سے اردو میں آئیں گے تو واو پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ جو نام عربی میں واو اور ہمزہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں، اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے ان ناموں کو اردو زبان میں صرف ہمزہ کے ساتھ لکھا جائے گا۔ جیسا کہ ثناءاللہ، ذکاءاللہ، علاءالدین، ضیاءالدین وغیرہ حروف عطف سے جب مرکبات بنائے جائیں گے تو واو پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ مثال کے طور پر صبح وشام، دین ودنیا، ابتدا وانتہا وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ ایک انگریزی لفظ "لا" بہ معانی قانون کو بھی اکثر لوگ ہمزہ کے ساتھ "لاء" لکھ دیتے ہیں جو فاش غلطی ہے۔ اردو زبان میں ہمزہ کی حیثیت بہ طور علامت یا اضافت اور حرف کی ہے، ہمزہ کا استعمال زیادہ تر بہ طور حرف ہی کیا جاتا ہے۔ ہمزہ کی اضافت صرف اسی صورت میں آئے گی جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہو گی، جیسا کہ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''ایسے مقامات پر ہمزہ کی حیثیت محض علامت، اضافت کی ہوگی اور اس کو ہائے مختفی کے اوپر لکھا جائے گا جیسا کہ کعبۂ دل، جلوۂ دوست۔''(۱۲)
ایسی صورت میں ہمزہ کو زیر کی آواز کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ ایسے الفاظ کے نیچے زیر کی علامت نہیں آئے گی۔ ہمزہ کا استعمال زیادہ تر یائے معروف اور مجہول کے ساتھ کیا جاتا ہے جو کہ اکثر اوقات غلط ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمزہ اور ی کی بحث خاصی طویل ہے۔ ہم یہاں اس بحث کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پیاسے سے پیے، جیاسے جیے، لیاسے لیے ایسے الفاظ ہیں جن کے واحد میں ی سے پہلا حرف مکسورہ ہے، قاعدے کے مطابق ایسے الفاظ جن کے واحد الفاظ میں ی سے پہلے حرف مکسورہ ہو گا جب اس کی جمع بنائی جائے گی تو اس پہ ہمزہ کی علامت نہیں آئے گی جیسے کہ درج بالا مثالوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمزہ صرف ایک ہی صورت میں آئے گا جس کی وضاحت رشید حسن خاں یوں کرتے ہیں:
''ہمزہ صرف اسی صورت میں آئے گا جب ی سے پہلے والے حرف پر زبر ہو یا الف یا واو ساکن ہو۔''(۱۳)

مثال کے طور پر لایا سے لائے، پایا سے پائے، گایا سے گائے، بویا سے بوئے اور کھویا سے کھوئے ہے۔ فعل امر کی صورت فعل تعظیمی میں ہمیشہ لفظ کے آخر پر روی آتی ہیں۔ جیسے کہ ''مریے''، ''بکھریے''، ''اتریے''، ''اتاریے''، ''ماریے'' اور ''توڑیے'' وغیرہ شامل ہیں۔ ان الفاظ میں کسی بھی یائے کے اوپر ہمزہ آئے گا۔ لیکن اس سلسلے میں یہ اصول ذہن نشین کر لیجیے کہ جب فعل امر ایسے مصادر سے بنائے جائیں جن کے نا سے پہلے واو یا الف ہو گا تو ان الفاظ کی جمع بناتے ہوئے پہلی ی کے اوپر ہمزہ کی علامت آئے گی۔ چاہیئے، لائیے، سکھائیے، سوئیے اور بوئیے اس کی عام مثالیں ہیں۔ رعنائی، بے پروائی، خودرائی، سودائی، جادوئی، تنہائی، یک جائی، ملائی، تبرائی وغیرہ الفاظ کے آخر میں ی پہ ہمزہ کی علامت لگائی جاتی ہے۔ جب فارسی میں یہ قاعدہ رائج نہیں تو ان الفاظ کے آخر پہ ءاور ی کیوں آتے ہیں۔ اس متعلق رشید حسن خاں لکھتے ہیں:
'' ایسے بہت سے (مفرد و مرکب) لفظ جن کے آخر میں الف یا واو ہے، ایسے لفظوں میں ئی (ء+ی) کا لاحقہ شامل کر کے اسم مصدر، اسم فاعل وغیرہ بنا لیا کرتے ہیں۔'' (۱۴)

ایسے الفاظ جن کے آخر پر ہائے ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پہ مفتوح ہو تو ان الفاظ کے اوپر مفرد یا اضافت کی صورت میں ہمزہ نہیں آئے گا جیسے کہ پے، شے، لے، تے، طے، ہے اور پے در پے وغیرہ۔ ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ثاقب نے ہمزہ کے حوالے سے کوئی ۳۸ نکات پر بات کی ہے۔ رشید حسن خاں نے ہمزہ کا استعمال حروف تہجی کے اعتبار سے بتایا ہے۔ وہ ڈاکٹر آفتاب احمد ثاقب کی طرح نکات میں بات نہیں کرتے۔ چیزوں کو سمجھنے اور سمجھانے کا فن ہر شخص کا الگ الگ ہوتا ہے، واو اور ہائے کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے رشید حسن خاں نے ایک گوشہ چھوڑ دیا تھا جسے ڈاکٹر آفتاب ثاقب یوں بیان کرتے ہیں:
''الف اور واؤ کے سوا کوئی حرف جس کے نیچے زیر ہو اور اس کے بعد ''ے'' ہو اور ''ے'' لفظ کا آخری بھی ہو تو وہاں ''ء'' نہیں آئے گا بل کہ ''ی'' کا استعمال ہو گا۔''(۱۵)

مثال کے طور پر لیے، کیے، دیے، اس لیے اور کے لیے کو ''ی'' کے ساتھ لکھا جائے گا۔ ہم نے دیکھا کہ ہمزہ کے ساتھ سوتیلی اولاد جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمارے مصنفین جب چاہیں اسے کسی لفظ میں لکھ دیتے ہیں اور جب چاہا اس کا سر قلم کر دیا۔ ہمزہ کی آواز الف کی طرح ہے مگر اسے ہمیشہ ''ی'' اور ''ے'' سے پہلے رکھا جاتا ہے۔ شان الحق حقی ہمزہ کے اس درد کو سمجھتے ہوئے اپنے مضمون ''ہمزہ: ایک مظلوم حرف'' میں لکھتے ہیں:
''اب سنیئے کہ ایک زیادتی تو ہمزہ کے ساتھ یہ ہوئی کہ اگرچہ یہ الف ہی کا ہم آواز اور ہم نام ہے لیکن اسے حروف تہجی کے آخر میں صرف ''ی ے'' سے پہلے جگہ دی گئی ہے۔ حال آں کہ وہ پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ میں دراصل حرف صحیح الف ہی ہوں، جو وہ کام کرتا ہے وہ میں بھی کرتا ہوں (یا کرتی ہوں۔ الف کو مذکر اور ہمزہ کو مونث بنایا گیا ہے۔''(۱۶)

شان الحق حقی نے ہمزہ کے استعمالات پر تو زیادہ گفت گو نہیں کی، محض ہمزہ کی وکالت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گوپی چند نارنگ نے بھی ہمزہ کے استعمالات پہ اجمالی گفت گو کی ہے۔ وہ ''املانامہ'' میں رشید حسن خاں سے اتفاق کرتے ہیں کہ بعض مصادر اور مفرد الفاظ کے آخر میں الف کے بعد ہمزہ نہیں آئے گا جیسا کہ ابتدا، انتہا، املا، انشا جیسے الفاظ کے آخر میں ہمزہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ گوپی چند نارنگ، رشید حسن خاں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی مرکب یا ترکیب میں ہمزہ الف مکسورہ کے بعد آئے گا تو جوں کا توں لکھا جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:
''البتہ اگر ایسا لفظ کسی ترکیب کا حصہ ہو تو ہمزہ کے ساتھ جوں کا توں لکھنا چاہیے۔ انشاءاللہ، ضیاءالرحمان، ذکاءاللہ، ثناءالحق، ثناءاللہ''(۱۷)

آفتاب احمد ثاقب کے مطابق عربی کے مصادر یا مفرد الفاظ جب کسی ترکیب میں آئیں گے تو ہمزہ جوں کا توں ان الفاظ کا حصہ رہے گا:

''یہ اگر کسی ترکیب کا حصہ ہو تو جوں کا توں لکھنا چاہیے جیسے انشاءاللہ، ذکاءاللہ، ثناءاللہ، ضیاءالدین، علاءالدین وغیرہ''(۱۸)

عربی کے بعض الفاظ کے بیچ میں جب الف مکسورہ آتا ہے تو عربی املا کے مطابق اس پہ ہمزہ لکھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جرأت، قرأت اور برأت جیسے الفاظ پہ ہمزہ کی علامت آتی ہے مگر زبان کے املا کے کچھ اپنے اصول وضوابط ہوتے ہیں جو اہلِ زبان طے کرتے ہیں، ان الفاظ کے بارے میں اردو کے ماہر لسانیات کے درمیان کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ رشید حسن خاں کے مطابق جرأت کا درست املا جرات ہونا چاہیے اور قرأت کا درست املا قرءت ہونا چاہیے۔ مگر گوپی چند نارنگ دو کشتیوں میں سوار نظر آتے ہیں۔ پہلے یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اگر ان لفظوں پر عربی املا کی تقلید کرتے ہوئے ہمزہ لکھا جائے تو اسے غلط نہ سمجھا جائے مگر دوسرے ہی لمحے یہ کہہ دیتے ہیں:

''لیکن ہماری سفارش یہ ہے کہ یہ لفظ اردو میں چوں کہ بیش تر ہمزہ کے بغیر لکھے جاتے ہیں، انھیں بھی ہمزہ کے بغیر لکھنا ہی صحیح سمجھا جائے''(۱۹)

گوپی چند نارنگ کا رویہ ایسا ہے کہ جیسے فریقین کے درمیان صلح کروا رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر صورت میں دونوں درست ہیں، بس خاموشی اختیار کی جائے۔ مگر آفتاب احمد ثاقب اپنی رائے رکھتے ہیں:

''خاص طور پر جرات، مونث، برات وغیرہ الفاظ پر غور کیجیے جرأت کو اگر ہم جرات لکھیں تو یہ جراب کے وزن پر پڑھا جائے گا۔ الف ہمیشہ جب لفظ کے درمیان ہوتا ہے تو یہ پہلے حرف سے مل کر آواز دیتا ہے اگلے حرف سے نہیں، یہی صورت حال ''قرأت'' اور برأت کی ہے اس لیے بغیرء کے تلفظ ادا نہیں گا۔''(۲۰)

یہی معاملہ واو اور ہمزہ کا ہے، یہاں بھی ماہر لسانیات کے ہاں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ رشید حسن خاں دوٹوک جواب دیتے ہیں کہ جب واو لفظ کے درمیان آئے گا اور واو سے پہلے حرف اگر مضموم ہو گا تو واو پر ہمزہ نہیں آئے گا جیسا کہ مورخ، مودب، موذن، موکد وغیرہ۔ گوپی چند نارنگ کو اس سے کوئی دقت نہیں کہ یہ الفاظ ہمزہ کے ساتھ لکھے جائیں یا ہمزہ کے بغیر۔ مگر آفتاب احمد ثاقب کے مطابق یہ الفاظ ہمزہ کے ساتھ ہی لکھے جائیں گے:

''جن الفاظ میں ء کی آواز موجود ہے وہاں ء لکھنا چاہیے مثلاً مؤثر، مؤخر، مؤجل، مؤرخ، مؤلف، مؤنث، مؤید وغیرہ۔''(۲۱)

''ہمزہ'' اور ''ے'' کے مباحث پہ نظر دوڑائی جائے تو سبھی ماہرین کی رائے ایک جیسی ہے۔ جیسا کہ گوپی چند نارنگ اور رشید حسن خاں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر ''ے'' سے ماقبل حرف پہ زیر ہو تو ''ے'' پہ ہمزہ آئے گا۔ مثال کے طور پر لائے، پائے، گائے، آئے اور اگر پہلا حرف مکسورہ نہ ہو تو ''ے'' پہ ہمزہ نہیں لکھا جائے گا، مثال کے طور پر کیے، دیے، لیے، جیے، سنیے وغیرہ پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔ علاوہ ازیں افعال تعظیمی بھی ہمزہ کے بغیر لکھے جائیں گے، جیسے کہ لیجیے، اٹھیے، بولیے، بیٹھیے، کھولیے اور تولیے میں ہمزہ کی علامت نہیں آئے گی۔

ان تمام حالتوں میں ہمزہ لکھا جائے گا۔ جب الفاظ کے آخر میں ''ے'' سے پہلے واو یا الف ساکن آئے گا تو ''ے'' پہ ہمزہ آئے گا جیسا کہ فرمائیے، آیئے وغیرہ پہ ہمزہ بدستور آئے گا۔ جہاں ہمزہ اور اضافت کی بات ہے تو رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ ایک ہی پیج پر نظر آتے ہیں۔ اگر لفظ کے آخر میں یائے مختفی ہو تو اس پہ ہمزہ کی علامت آئے گی، جیسا کہ خانہء دل، نالہء شب، نشہء دولت، تشنہء کربلا وغیرہ پہ ہمزہ آئے گا مگر رشید حسن خاں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہاں ہمزہ سوائے علامت کے اور کچھ نہیں ہے، مزید تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اضافت کی صورت میں تو ایسے لفظوں میں یائے مختفی پر ہمزہ آئے گا (جیسے تشنہء کربلا) مگر عطف کی صورت میں مختفی پر ہمزہ ہرگز نہیں لکھا جائے گا''(۲۲)

مثال کے طور پر جلوہ و پردہ، کعبہ و بت خانہ میں ہائے مختفی پہ ہمزہ نہیں آئے گا کیوں کہ یہاں ہمزہ فالتو بھی ہے اور غلط بھی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رشید حسن خاں،'' اردواملا'' ،لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۰۷ء،ص ۳۴۷

۲۔ گوپی چند نارنگ،'' املانامہ'' ،دہلی: ترقی اردوبیورو،۱۹۹۰ء،ص ۸۰

۳۔ رشید حسن خاں،'' اردواملا'' ،لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۰۷ء،ص ۳۵۶

۴۔ اختر حسین فیضی مصباحی،''قواعد املاوانشا''،اعظم گڑھ: مجلس برکات،ص ۴۴

۵۔ رشید حسن خاں،'' اردواملا'' ،لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۰۷ء،ص ۳۵۷

۶۔ ایضاً،ص ۳۵۸

۷۔ ایضاً،ص ۳۵۹

۸۔ ایضاً،ص ۳۶۰

۹۔ ایضاً،ص ۳۶۸

۱۰۔ ایضاً،ص ۳۷۳

۱۱۔ ایضاً،ص ۳۸۰

۱۲۔ ایضاً،ص ۳۷۸

۱۳۔ ایضاً،ص ۳۹۳

۱۴۔ ایضاً،ص ۳۹۹

۱۵۔ آفتاب احمد ثاقب،ڈاکٹر،''اردو قواعد کے بنیادی اصول''،راول پنڈی: نقش گر پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء،ص ۳۵

۱۶ ۔ شان الحق حقی،'' لسانی مسائل ولطائف'' ،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۶ء،ص ۱۵۹

۱۷۔ گوپی چند نارنگ،'' املانامہ'' ،دہلی: ترقی اردوبیورو،۱۹۹۰ء،ص ۸۲

۱۸۔ آفتاب احمد ثاقب،ڈاکٹر،''اردو قواعد کے بنیادی اصول''،راول پنڈی: نقش گر پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء،ص ۵۷

۱۹۔ گوپی چند نارنگ،'' املانامہ'' ،دہلی: ترقی اردوبیورو،۱۹۹۰ء،ص ۸۳

۲۰۔ آفتاب احمد ثاقب،ڈاکٹر،''اردو قواعد کے بنیادی اصول''،راول پنڈی: نقش گر پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء،ص ۵۹

۲۱۔ ایضاً،ص ۳۹

۲۲۔ رشید حسن خاں،'' اردواملا'' ،لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۰۷ء،ص ۳۸۹